قاضی محبّ اللہ البہاری

ڈاکٹر محمد طاہر ملک☆

بختیار خلجی نہ صرف ایک فاتح تھا بلکہ علم پرور اور علم دوست تھا اس نے علم کے فروغ کے لیے بہار کے مختلف علاقوں میں بہت سے مدارس قائم کیے اور خصوصاً بہار شریف میں جو اسوقت ایک اہم فوجی مرکز تھا (۱) ترک افغان عہد اور اس کے بعد کے زمانہ میں جو مدارس مشہور تھے ان میں مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری، احمد چرم پوش، شیخ بدھ صوفی، ملک العلماء شیخ عبدالنبی، قاضی عبدالشکور (منیر شریف) بہار شریف کے محلّہ مردار میں قاضی ضیاء اللہ کا مدرسہ شمس الحق المعروف بہ بدھا حقانی کا باز دپور (نزد باڑھ) ملا عبدالصمد (راجگیر) کا مدرسہ اور پھلواری شریف میں امیر عطاء اللہ کا مدرسہ ہیں (۲)

اس طرح دیکھا جائے تو ابتداء ہی سے بہار کا صوبہ علمی میدان میں اہمیت رکھتا تھا اور بڑے بڑے علماء و فضلاء پیدا کیے۔ اس وقت ان کی پوری تاریخ لکھنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس سرزمین کے ایک ایسے عالم و فاضل کی علمی خدمات کو بیان کرنا ہے جو عالمگیر اورنگ زیب اور شاہ عالم کے دور حکومت سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے متعلق علامہ شبلی نعمانیؒ کا قول ہے کہ "ان کی تصنیف کردہ دو کتاب سلم العلوم اور مسلم الثبوت نے درس نظامی کا آدھا حصہ درس دبالیا ہے" (۳) اسی ہستی کا نام محبّ اللہ ہے جو بہار کی ایک قوم ملک سے تھے جو دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے مسلمانوں میں امتیاز رکھتی ہے نہ صرف قدیم بلکہ جدید تعلیم یافتوں کا ایک بڑا طبقہ بہار میں ملک ہی قوم سے تعلق رکھتا ہے (۴)

قاضی محبّ اللہ البہاری:۔ محبّ اللہ البہاری بن عبدالشکور کڑا نامی گاؤں جو محبّ علی پور پرگنہ صوبہ بہار سے تعلق ہے پیدا ہوئے (۵) اگر ایک طرف علمی میدان میں اس وقت کے علماء میں امتیاز رکھتے ہیں تو دوسری طرف دنیاوی اعتبار سے بھی امتیاز کے اعلیٰ عہدہ پر فائز نظر آتے ہیں آپکی پیدائش کے متعلق کوئی حتمی بات نہیں کہی جاسکتی۔ لیکن خارجی شہادت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۰۵۶ھ/۱۶۴۶ء میں ہوئی ہوگی (۶)

سوانح نگاروں کے مطابق ابتدائی تعلیم کے بعد اس زمانہ کے دستور کے مطابق تعلیمی سفر اختیار کیا اور اسی سلسلہ میں علامہ قطب الدین شمس آبادی (۱۰۵۱۔۱۱۲۱ھ) سے کچھ کتابیں پڑھیں (۷) اور بعد ازاں قطب الدین شہید سہالوی (۱۰۴۰۔۱۱۰۳ھ) سے بعض کتابیں پڑھیں (۸)

☆سابق رئیس کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی

تعلیم مکمل کرنے کے بعد بہار واپس ہوئے اور درس وتدریس شروع کی (۹) اگر چہ محب اللہ البہاری نے بعد میں حکومتی عہدہ اختیار کیا لیکن ان کا قائم کردہ مدرسہ تقریبا تین پشتوں تک قائم رہا (۱۰) حکومتی عہدہ اختیار کرنے کی غرض سے وہ دکن روانہ ہوئے جہاں اورنگ زیب مقیم تھا، عالمگیر دکن میں ۱۰۹۲ سے ۱۱۱۹ تک رہا۔ محب اللہ البھاری دکن کب آئے قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ بہر حال عالمگیر نے ان کی علمی لیاقت ومخصوص فقہی مہارت سے متاثر ہوا کر لکھنؤ کا قاضی مقرر کر دیا۔ جہاں ان کے ہم درس عبداللہ بنارسی (۱۱۳۳ھ) اہم عہدہ صدارت پر فائز تھے ان دونوں کے درمیان علمی مباحثے ومناظرے ہوا کرتے تھے حدائق الحنفیہ ۴۳۶۹ ،فقہائے ہند ۱۱۱،۱۱۲) ملا محب اللہ البہاری علمی اعتبار سے اس مقام پر فائز تھے جس نے ان کو محسود اقران بنا دیا تھا اور حاسدوں کی اسی فکر نے محب اللہ البہاری کو لکھنؤ کے عہدہ قضا سے محروم کر دیا چنانچہ البہاری پھر دکن پہنچ گئے اور ۱۰۹۷ھ میں عالمگیر سے ملاقات کی عالمگیر اتنا متاثر ہوا کہ انہیں دکن میں حیدرآباد کا قاضی مقرر کر دیا لیکن یہاں بھی ان کے حاسدوں کی سازش کامیاب ہوئی اور عالمگیر نے پھر معزول کر دیا حکومتی عہدہ ہی تھا جس نے ان کے خلاف حاسدوں کی ایک جماعت پیدا کر دی تھی اور دو دفعہ ان کی معزولی کا واقعہ پیش آیا عالمگیر جو خود بھی صاحب علم تھا، قدرے گوہر شاہ داند یا بداند جوہری کے مصداق محب اللہ کی علمیت کا اعتراف کرتے ہوئے اور حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے شاہی خاندان کا جز بنالیا اور اس نے اپنے پوتے رفیع القدر (ابن معظم شاہ جو (شاہ عالم) کے نام سے ہندوستان کا حکمراں بنا) کا اتالیق مقرر کر دیا (۱۱) اور جب ۱۱۰۹ میں معظم شاہ کابل کا صوبہ دار بن کر وہاں منتقل ہو گیا تو محب اللہ البہاری بھی اپنے شاگرد کے ساتھ کابل پہنچ گئے شاہ عالم (معظم شاہ) جب عالمگیر کے بعد بادشاہ بنا تو اس نے محب اللہ البہاری کو پوری مملکت کا قاضی القضاۃ مقرر کیا اور فاضل خان کا خطاب دیا (۱۲) لیکن اسی سال ۱۱۱۹ھ میں محب اللہ البہاری کا انتقال ہو گیا (۱۳) بزم تیموریہ (صباح الدین عبدالرحمٰن) ۳:۲۵۲ میں تاریخ وفات ۱۱۹۰ھ ہے جو صحیح نہیں ہے اور احاطہ مزار شاہ فرید الدین طویلہ بخش محلہ چاند پور بہار شریف میں دفن ہوئے (۱۴) ندیم، گیا، بہار نمبر جولائی اگست ۱۹۳۳ء کا یہ کہنا کہ کابل میں انتقال ہوا صحیح نہیں ہے ان کے انتقال کی تاریخ "قاضی مولوی محب اللہ" اور "رفتہ سوئے ارم محب اللہ" سے نکلتی ہے۔ (۱۵)

محب اللہ البہاری کی علمی عظمت کا اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بادشاہ وقت عالمگیر نے ان کو دو مرتبہ حکومتی منصب قضا سے معزول تو کیا لیکن آخر میں اپنے پوتے کا اتالیق مقرر کیا اگر چہ ان کی دو مرتبہ معزولی ان سے حسد کرنے والوں کی بنا پر تھی لیکن اسکے باوجود اپنے معاصرین میں نہایت عزت واحترام سے دیکھے جاتے تھے اور ان کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ اسی دور میں ان کی کتابوں کو درس نظامیہ بھی شامل کیا گیا اور ان کے حواشی وشروح معرض

تحریر میں لائے گئے بقول میر غلام علی آزاد بلگرامی وہ ''بحرے است از علوم و بدرے است بین النجوم'' (یعنی اگر علوم کے دریا جاری ہوں تو قاضی محب اللہ کی حیثیت علم کے تیز دریا اور ستاروں کے درمیان بدر کامل کی تھی) (۱۶)

محب اللہ البہاری نے اپنی ایک کتاب (سلم العلوم) کے مقدمہ میں اس تمنا کا اظہار کیا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ میری یہ کتاب کتب درسیہ میں اس طرح چمکے کہ جس طرح ستاروں میں چاند چمکتا ہے (۱۷) ایسا ہی ہوا اور ان کی زندگی ہی میں ان کی یہ تمنا پوری ہوگئی تھی اور اہل علم نے اس کی شرحیں لکھنے کی طرف عنان توجہ مبذول کر لی تھی (۱۸) ان کی کتابوں کی اہمیت کا اندازہ علامہ شبلیؒ کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے کہ ملا محب اللہ البہاری کی دو کتابیں (سلم العلوم اور مسلم الثبوت) نے درس نظامیہ کا آدھا حصہ دبالیا (۱۹) برصغیر پاک و ہند میں درس نظامیہ کی ابتدا ملا نظام الدینؒ (جو محب اللہ البہاری کے استاد ملا قطب الدین الشہید البہاری (۱۱۰۳ھ) سے ہوتی ہے ملا نظام الدین جو ایک طرح سے ملا محب اللہ البہاری کے ہم عصر تھے اور عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر علماء ہم عصر علماء کی کتابوں کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے لیکن ملا نظام الدین نے ملا محب اللہ البھاری کی علمی منزلت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی دو کتابوں مسلم الثبوت اور مسلم العلوم اور کو درس نظامیہ کے نصاب میں شامل کیا اور جو آج تک ان درسگاہوں میں بنیادی کتب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ (۲۰)

محب اللہ البہاری مندرجہ ذیل کتب کے مصنف تھے۔

۱) سلم العلوم

۲) مسلم الثبوت

۳) الجوہر الفرد (الجزء الذی لایتجزی

۴) **رسالة المغالطة العامة الورود**

۵) **رسالة فی اثبات ان مذهب الحنفية ابعدعن الرائی من مذهب الشافيه** (۲۱)

اگرچہ ملا محب اللہ البہاری مندرجہ بالا کتابوں کے مصنف ہیں اور ان کی اول الذکر تین کتابیں درس نظامیہ کے کورس کا حصہ ہیں (۲۲) لیکن ان کی وجہ شہرت اول الذکر دو کتابیں یعنی سلم العلوم اور مسلم الثبوت ہیں۔

سلم العلوم یہ کتاب علم منطق میں ہے اور اس فن کے نہایت دقیق اور مشکل مباحث کو محتوی ہے ہندو پاکستان سے باہر کے دو مصنفین یعنی نجم عمر بن علی قزوینی کی الشمسیہ اور علامہ سعد الدین تفتازانی کی تہذیب المنطق مشہور کتابیں تھیں اور یہاں پڑھائی جاتی تھیں مدارس عربیہ میں ان کے بعد قاضی محب اللہ بہاری کی سلم العلوم کی باری آتی ہے اگرچہ یہ کتاب مختصر ہے مگر مشمولات منطق کے اعتبار سے اپنے اندر بڑی جامعیت رکھتی ہے کوئی پہلو تشنہ نہیں ہے تمام

منطقی اشکالات اوراس فن دقیق کے نزاعی مباحث کا احاطہ کرلیا ہے۔ اور مصنف کی یہ خواہش " کہ سلم العلوم کتب درسیہ میں اس طرح چمکے کہ جسطرح ستاروں میں چاند چمکتا ہے کی پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ ان کی کتاب کا مرتبہ "الشمسیہ " اور تہذیب المنطق" سے بالا ہوگیا ہے اس طرح کہ اب یہ دونوں کتابیں سلم العلوم سے پہلے پڑھائی جانے لگیں۔(۲۳)

سلم العلوم کی شرحیں

۱) علامہ حمداللہ الشبعی السندیلی (۱۱۶۰/ ۱۷۴۷)(۲) القاضی مبارک (۳) احمد عبدالحق فرنگی محلی (۴) شیخ محمد ولی لکھنوی (۵) ملاحسن (۶) احمد علی السندیلی (۷ بحر العلوم عبدالعلی (۸) ملامبین (۹) حیدر علی السندیلی (۱۰) سید دلدار علی الشبعی (۱۱) فضل حق خیر آبادی (۱۲) مفتی شرف الدین رامپوری (۱۳) القاضی ارتضا علی خان (۱۴) محمد قائم الہ آبادی (۱۵) محمد عظیم بن کفایت اللہ (۱۶) الشیخ معین بن محمد رضا بن قطب الدین الشہید (۲۴)

مسلم الثبوت: قاضی محب اللہ بہاری کی یہ کتاب اصول فقہ سے تعلق رکھتی ہے مدارس عربی کے نصاب میں داخل ہے اس کتاب کا نام تاریخی ہے جس سے سال تالیف ۱۱۰۹ھ نکلتا ہے یعنی یہ کتاب انہوں نے ۱۱۰۹ھ میں تصنیف کی۔(۲۵)

یہ کتاب اپنے موضوع میں نہایت اہم ہے اور اصول فقہ کے اونچے مرتبے کی کتابوں میں شمار کی جاتی ہے علماء وطلباء کے حلقے میں بہت مقبول اور متداول ہے فاضل مصنف نے اصولِ فقہ کے بنیادی اور اصولی مباحث کو ہدف فکر ونظر ٹھہرایا ہے برصغیر کے علاوہ یہ کتاب مصر کے علماء وطلباء میں بھی مقبول ہے۔(۲۶)

اسکی جو شرحیں لکھی گئی ہیں وہ یہ ہیں

۱) ملا نظام الدین السہالوی (۲۷) (۱۱۶۱ھ) (۲) شیخ احمد عبدالحق فرنگی محلی (۱۱۸۷) (۳) ملاحسن فرنگی محلی (۱۱۹۹) (۴) بحر العلوم عبدالعلی (۱۲۲۵) (۵) ملا محمد مبین (۱۲۲۵) (۶) امین اللہ فرنگی محلی) (۱۲۵۳) (۷) ولی اللہ لکھنوی (۱۲۷۱) محمد برکت الہ آبادی (۲۸)

ان شروح کی تعداد دیکھ کر ملا عبدالحق کی بات " کہ تمہارا (بہار) صوبہ ماتن (Text Writer) (۲۹) پیدا کرتا ہے کی تصدیق ہو جاتی ہے اس صاحب متن یعنی محب اللہ البہاری کی کتاب پر شروح لکھ کر بعض شارحین نے خود کو زندہ جاوید بنالیا ہے (۳۰)

مسلم الثبوت نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ جملہ علوم نقلی وعقلی، حدیث وتفسیر اور فقہ وغیرہ بغیر اصول فقہ کے ہرگز نہیں آسکتے۔(۳۱)

۳) الجوھر الفرد، یہ بھی منطق کی کتاب ہے اور جز ولا یتجزی کے بارے میں ہے یہ بھی مدارس کے نصاب میں داخل ہے۔ (۳۲)

۴) مغالطۃ العامۃ الورود یہ ایک رسالہ ہے جس میں یہ بحث کی گئی کہ مذہب حنفیہ رائے اور قیاس کے سلسلے میں مذہب شافعیہ سے زیادہ بعید ہے (۳۳)

محب اللہ البہاری کی اولاد کی جو تفصیل ملتی ہے ان کا ایک لڑکا تھا اس کا نام بدر السلام تھا جس کے ایک بیٹے کا نام ملک درویش تھا جن کے پاس پرگنہ پلیچ کے علاقہ کا محکمہ قضاء، احتساب اور خطابت کا عہدہ تھا۔ (۳۴)

اور اسی ملک بدر السلام کے دوسرے بیٹے کا نام ملک محمد نواز تھا جس کے پاس موضع سوگائی کی جائیداد ان کی معاشی مدد کے طور پر عطا کی گئی تھی۔ (۳۵)

محب اللہ البھاری کی قائم کردہ درسگاہ:

ظاہر ہے کہ محب اللہ کم وبیش (حسب دستور) زیادہ سے زیادہ ۲۵ سال کی عمر میں تعلیم مکمل کر کے یہاں واپس آ گئے دکن میں آنے سے پہلے جو کم از کم ۱۰۹۲ء ہوسکتا ہے اس لیے کہ اسی سال اورنگ زیب دکن آیا تھا) ۱۰۸۱ سے ۱۰۹۲ تک بہار شریف ہی میں مقیم رہے اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا ہوگا اور اسی کی طرف علامہ شبلی نعمانی نے اشارہ کیا ہے کہ بہار میں محب اللہ البہاری کا قائم کردہ درسگاہ زیادہ سے زیادہ تین نسل تک چلا (۳۶) لیکن قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ محب اللہ بہاری نے اپنی مسند درس کہاں لگائی۔

حوالہ جات

۱) Bihar Through the Ages.R.R. Diwakar Orient Lanugmans Calculte 1959,P 435

۲) ایضاً

۳) مقالات شبلی،۳:۱۰۳۔

۴) مناظر احسن گیلانی، پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت طبعہ اول مکتبہ رحمانیہ، لاہور ص۴۰

۵) ایضاً

۶) ابتدائی تعلیم کے بعد جن اساتذہ سے علم حاصل کیا ان میں قطب الدین شمس آبادی (1121-1051) ہیں اوران کی تدریس کی ابتداء ۱۰۷۶ تسلیم کی جائے اور اسی سال ہی ملا محب اللہ البہاری کی ان کے درس میں شرکت تسلیم کی جائے اور البھاری کی عمر ۲۰ سال مانی جائے تو اس اعتبار سے محب اللہ البھاری کی پیدائش ۱۰۵۶ھ ہوسکتی ہے

۷) **سبحة المرجان** ص ۷۷ تذکرہ علماء ہند رحمٰن علی مولوی اردو ترجمہ محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۶۱ء ص ۴۰۵۔

۸) **نزھة الخواطر** ۴: ۲۵۵۔۲۵۱ قطب لدین شمس آبادی اور قطب الدین شہید سہالوی ہم مکتب تھے لیکن مؤخر الذکر نے پہلے فراغت حاصل کر کے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور اول الذکر قطب الدین شمس آبادی نے بعض کتابیں مؤخر الذکر قطب الدین شہید سہالوی سے پڑھیں۔

۹) مقالات شبلی ۳: ۹۸

۱۰) ایضاً ۳: ۱۲۲

۱۱) سبحۃ المرجان، سید غلام علی آزاد بلگرامی ۱۳۰۳ھ ص ۷۷، دائرہ معارف اسلامیہ ۵: ۱۱۸

۱۲) ایضاً

۱۳) **حديقة الحنفيه** ص ۴۳۱۔۴۳۲ دائرہ معارف اسلامیہ ۵: ۱۱۸ علماء ہند کا شاندار ماضی ۱: ۴۹۹۔

۱۴) ایضاً

۱۵) تذکرہ علماء ہند ۴۰۵

۱۶) فقہاء ہند، ۵: ۹۹ تذکرہ علماء ہند ۴۰۵

۱۷) ایضاً ۵: ۱۰۹

۱۸) ایضاً ۵: ۱۰۰

۱۹) مقالات شبلی ۳: ۱۰۳

۲۰) ایضاً ۳: ۱۲۴۔

۲۱) دائرۂ معارف اسلامیہ ۵: ۱۱۸ **سبحة المرجان** ص ۷۷

۲۲) فقہائے ہند ۵: ۱۰۳

۲۳) تراجم الفضلاء بزمی انصاری ص ۵۲۔

۲۴) حرکۃ التالیف باللغۃ العربیۃ ڈاکٹر جمیل احمد ص ۲۰۔

۲۵) بروکلمان ۲: ۴۲۰ تراجم الفضلاء ص ۴۸۔

۲۶) تراجم الفضلاء ص ۵۰

۲۷) محب اللہ البھاری کے استاد قطب الدین شہید سہالوی کے صاحبزادے ملا نظام الدین درس نظامیہ کے بانی ہیں اور ان کا تیار کردہ نصاب آج تک تھوڑے بہت تغیر و تبدل کے ساتھ جاری ہے اسی کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے (مقالات شبلی ۳: ۱۲۲)

۲۸) حرکت التالیف باللغۃ العربیۃ، ڈاکٹر جمیل احمد ص ۱۷۔

۲۹) ندیم۔ گیا، بہار نمبر ۱۹۳۳ء ص ۲۷۹

۳۰) مآثر الکرام (اردو ترجمہ) شاہ محمد خالد میاں فاخری دائرۃ المصنفین کراچی ۱۹۸۳ء ۲۹۱۔۲۹۲۔

۳۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۳۱۔۴۳۲۔

۳۲) فقہائے ہند ۵: ۱۰۳

۳۳) ایضاً ۵: ۱۰۴

۳۴) عبدالحلیم خواجہ پوری، ص ۶۰۔۶۱ یہ حکمنامہ محمد شاہ کی طرف ہے جسکا تاریخ اجراء ۱۶ ربیع الاول ۱۱۳۱ھ کا ہے۔

۳۵) عبدالحلیم خواجہ پوری، ص ۵۵۔۵۶ یہ حکمنامہ ۱۱۴۳ھ ہے۔

۳۶) مقالات شبلی ۳: ۱۲۱۔